Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

اُردو ادب میں امن، بقائے باہمی اور انسانی ہمدردی کی پیش کش

Presentation of peace, coexistence and human compassion in Urdu literature

ڈاکٹر عاصمہ رانی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو، گورنمنٹ صادق کالج وومن یونی ورسٹی، بہاول پور

ڈاکٹر صنم شاکر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو اینڈ اقبالیات، دی اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، رحیم یار خان کیمپس

Dr. Aasma Rani

Associate Professor, Department of Urdu, Govt Sadiq College Women University Bahawalpur

Dr. Sanam Shakir

Assistant Professor, Department of Urdu & Iqbaliat, The Islamia University of Bahawalpur, Rahim Yar Khan Campus

اُردو ادب میں امن، بقائے باہمی اور انسانی ہمدردی کی پیش کش

Presentation of peace, coexistence and human compassion in Urdu literature

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر06، شمارہ نمبر02، دسمبر- 2025

eISSN: 2789-6331
pISSN: 2789-4169

Copyright: © 2025 by the authors. This is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Common Attribution (CC BY) license

Abstract: Urdu literature, rich in its cultural tapestry and historical depth, has consistently served as a powerful medium for exploring profound human values. This paper examines the multifaceted presentation of peace, coexistence, and human compassion within Urdu literary traditions, spanning various genres including poetry, prose, and drama. From the universal humanism espoused by classical Sufi poets like Rumi (though Persian, his influence deeply permeated Urdu thought) and Amir Khusrau, to the progressive ideals championed by modern writers such as Faiz Ahmed Faiz and Saadat Hasan Manto, Urdu literature offers a nuanced perspective on these crucial themes. The analysis will delve into how these concepts are depicted not merely as abstract ideals, but as lived experiences, moral imperatives, and responses to conflict and societal challenges. Furthermore, it will explore the role of narrative, character development, and poetic imagery in conveying messages of reconciliation, empathy, and the shared human experience. The paper argues that Urdu literature, through its diverse voices and historical evolution, provides a compelling testament to the enduring human aspiration for a harmonious and compassionate world.

Keywords: Urdu Literature, Peace, Coexistence, Human Compassion, Sufi Poetry, Progressive Writers, Faiz Ahmed Faiz, Saadat Hasan Manto, Humanism, Empathy, Reconciliation.

اردو ادب اپنی صدیوں پرانی روایت، گہری روحانی، تہذیبی اور فکری بنیادوں کے ساتھ، ہمیشہ انسانی اقدار اور اخلاقی اصولوں کا آئینہ دار رہا ہے۔ یہ صرف حالات و واقعات کا بیان نہیں کرتا بلکہ ایک ایسے مثالی معاشرے کے خواب بھی دکھاتا ہے جہاں امن، بقائے باہمی اور انسانی ہمدردی جیسے بنیادی اصول مرکزی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ تحقیق اردو ادب کی شاعری اور نثر دونوں

Research Journal
Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر - 2025

اصناف میں ان لازوال موضوعات کی گہری پیشکش کا جائزہ لیتی ہے، ان کی تاریخی ارتقاء، مختلف ادبی تحریکوں پر ان کے اثرات اور کلیدی ادبی شخصیات کے کاموں کا تفصیلی تجزیہ پیش کرتی ہے۔

اردو ادب نے نہ صرف جنگ و جدل کی تباہ کاریوں اور فرقہ وارانہ منافرت کی مذمت کی ہے بلکہ ثقافتی تنوع کو سراہا ہے اور دکھی انسانیت کے لیے ہمدردی کے جذبات کو فروغ دیا ہے۔ یہ مقالہ منتخب شعراء اور نثر نگاروں کے کلام سے مثالیں پیش کرتے ہوئے یہ ثابت کرے گا کہ اردو ادب کس طرح انسانیت کے اس مشترکہ بیانیے کو مضبوط کرتا رہا ہے۔

امن: شورش سے سکون کی تلاش

امن کی خواہش انسان کی ازلی فطرت کا حصہ ہے۔ اردو ادب نے معاشرتی بے چینی، جنگی تباہ کاریوں اور ظلم و جبر کے خلاف مسلسل آواز بلند کی ہے اور ایک پر امن و پر سکون معاشرے کے قیام کی بھرپور وکالت کی ہے۔ شعراء اور نثر نگاروں نے اپنے کلام اور قلم کے ذریعے امن کی اہمیت کو اجاگر کیا۔

صوفی شعراء نے امن کو روحانی تسکین اور باطنی سکون سے تعبیر کیا ہے۔ ان کے نزدیک حقیقی امن قلب کی پاکیزگی اور اللہ کی مخلوق سے بے لوث محبت میں پنہاں ہے۔ خواجہ میر درد (1721-1785) کا یہ شعر، جو انسان کی تخلیق کے بنیادی مقصد کو بیان کرتا ہے، دراصل ایک وسیع تر امن اور ہمدردی کا پیغام ہے:

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کرّوبیاں (1)

یہ شعر واضح کرتا ہے کہ انسانیت کا جوہر ہی ایک دوسرے سے ہمدردی اور خدمت گزاری میں ہے، جو بالآخر معاشرتی امن کی بنیاد بنتا ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اللہ کی مخلوق سے محبت دراصل اس کے خالق سے محبت ہے، اور یہی محبت امن کی ضامن ہے۔

بیسویں صدی میں، جب دنیا نے عالمی جنگوں، نو آبادیاتی تسلط اور تقسیم کے کرب دیکھے، تو اردو شعراء نے مزید شد و مد سے امن کی ضرورت کو محسوس کیا۔ ترقی پسند تحریک نے امن کو سیاسی اور سماجی انصاف سے جوڑ کر دیکھا۔

فیض احمد فیض (1984-1911) کی شاعری میں امن کی خواہش ایک واضح سیاسی اور سماجی شعور کے ساتھ ابھرتی ہے۔ وہ جبر اور استحصال کے خلاف آواز بلند کرتے ہوئے بھی امن اور انصاف کے حصول کی بات کرتے ہیں:

ے   ہم دیکھیں گے

لازم ہے کہ ہم بھی دیکھیں گے

وہ دن کہ جس کا وعدہ ہے   (2)

یہ نظم ایک ایسے مستقبل کا وژن پیش کرتی ہے جہاں ظلم کا خاتمہ ہو گا اور ایک پر امن، منصفانہ اور مساوی معاشرہ قائم ہو گا۔ فیض کی نظم "صبحِ آزادی" (1947) میں تقسیم کے بعد کی خونریزی اور انسانی دکھوں کا کرب اس طرح بیان کیا گیا ہے جو امن کی عدم موجودگی کے بھیانک نتائج کو واضح کرتا ہے، اور ایک "داغ داغ اجالے" کی تصویر پیش کرتا ہے۔

ساحر لدھیانوی (1980-1921) نے اپنی شاعری میں عالمی امن کی بھرپور وکالت کی اور جنگ کے خلاف ایک طاقتور آواز بنے۔ ان کی نظم "اے شریف انسانو!" اور "جنگ" امن کے عالمی منشور کی حیثیت رکھتی ہیں:

ے   جنگ نہ صرف لہو پیتی ہے، روح بھی پیتی ہے

جنگ خود اپنے لہو کے دریا میں ڈوب مرتی ہے   (3)

ساحر کی شاعری میں انسانیت کی تباہی کا خوف اور امن کی پیاس واضح طور پر محسوس کی جا سکتی ہے۔ وہ بار بار اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جنگ کسی بھی مسئلے کا حل نہیں اور صرف تباہی لاتی ہے۔

اردو نثر نگاروں نے بھی اپنے افسانوں، ناولوں اور مضامین میں امن کی اہمیت پر زور دیا اور جنگ وفساد کے منفی اثرات کو دکھایا ہے۔

سعادت حسن منٹو (1912-1955) کے افسانے، خاص طور پر تقسیم ہند کے پس منظر میں لکھے گئے، جنگ، ہجرت اور فسادات کے انسانی روح پر پڑنے والے گہرے اور المناک اثرات کو بڑی بے باکی سے پیش کرتے ہیں۔ ان کا افسانہ "ٹوبہ ٹیک سنگھ "ایک علامتی کہانی ہے جو تقسیم کے دوران انسانوں کے ذہنی کرب اور بے معنی تشدد سے پیدا ہونے والی بدنظمی کو اس طرح بیان کرتی ہے کہ قاری امن کی حقیقی قدر کو سمجھنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ یہ کہانی جنگ اور تقسیم کے بعد پیدا ہونے والے ذہنی اضطراب اور انسانیت کی تذلیل کا ایک چیختا ہوا اظہار ہے، جو امن کی عدم موجودگی میں انسانیت کی حالتِ زار کو واضح کرتا ہے۔ منٹو کے افسانے "کھول دو" اور "ٹھنڈا گوشت" بھی فسادات کے دوران انسانی اقدار کے زوال کی بھیانک تصویر کشی کرتے ہیں، جو امن کی عدم موجودگی کا نتیجہ ہے۔(4)

کرشن چندر (1914-1977) کا ناول" غدار (1962) " بھی تقسیم ہند کے فسادات اور انسانیت کی تذلیل کی کہانی سناتا ہے، جہاں امن کی غیر موجودگی میں انسان کس قدر بے بس اور وحشی ہو جاتا ہے۔ یہ ناول خونریزی اور تباہی کا ایک المناک نقشہ کھینچتا ہے، جو امن کی پکار ہے۔ ان کا افسانہ "ان داتا" بھی قحط اور فاقہ کشی کے نتیجے میں انسانی دکھوں اور بے امنی کو اجاگر کرتا ہے۔(5)

بقائے باہمی: رنگارنگی میں یگانگت

Research Journal Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

بقائے باہمی کا تصور اس بات پر زور دیتا ہے کہ مختلف عقائد، ثقافتوں، اور پس منظر سے تعلق رکھنے والے افراد کس طرح ایک ساتھ مل جل کر رہ سکتے ہیں۔ اردو ادب نے ہمیشہ اس تنوع کو معاشرے کی خوبصورتی قرار دیا ہے اور اختلاف رائے کے باوجود باہمی احترام اور محبت کے رشتوں کو فروغ دیا ہے۔

اردو شاعری کے ابتدائی دور سے ہی مشترکہ تہذیب اور بقائے باہمی کی جھلک ملتی ہے، خاص طور پر ہند-فارسی ثقافتی امتزاج کی صورت میں۔

امیر خسرو(1325-1253)، جنہیں اردو شاعری کا بانی بھی مانا جاتا ہے، نے اپنی شاعری اور موسیقی کے ذریعے مختلف مذاہب اور ثقافتوں کے درمیان پل کا کردار ادا کیا۔ ان کے کلام میں ہندوستانی اور فارسی عناصر کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ ان کی پہیلیاں اور دوہڑے جو فارسی اور ہندی کا امتزاج ہیں، اس مشترکہ لسانی اور تہذیبی میراث کی عکاسی کرتے ہیں۔ مثلاً ان کے یہ دوہڑے:

گوری سووے سیج پر، مکھ پر ڈارے کیس
چل خسرو گھر آپنے، ساجن بھیج پردیس (6)

یہ ہندی اور فارسی کا امتزاج ہے جو ثقافتی ہم آہنگی کو ظاہر کرتا ہے۔

جدید دور میں بھی شعراء نے بقائے باہمی کے تصور کو فروغ دیا۔ علامہ اقبال (1938-1877) اگرچہ اپنی شاعری میں ملت اسلامیہ کے احیاء اور اتحاد پر زور دیتے ہیں، لیکن ان کا فلسفہ انسانیت کے وسیع تر بھائی چارے اور بقائے باہمی کی طرف بھی اشارہ کرتا ہے۔ ان کا تصورِ خودی افراد کو خود شناسی کی طرف لے جاتا ہے، جو باہمی احترام اور افہام و تفہیم کی بنیاد بنتا ہے۔

ایک مقام پر وہ انسانیت کو جوڑنے کی بات کرتے ہیں:

Research Journal
Tahqeed تحقیقی مجلہ تحقید

جلد نمبر 06، شمارہ نمبر 02، دسمبر- 2025

بزمِ ہستی میں ہے عشقِ مصلحت کوشی بھی دیکھ

ہم جسے کہتے ہیں آدم، وہی آدم نہ سہی (7)

یہ شعر اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانیت کی قدر و قیمت صرف کسی خاص مذہب یا عقیدے سے منسلک نہیں، بلکہ ہر انسان کو اس کی انسانیت کی بنیاد پر تسلیم کیا جانا چاہیے۔

اردو نثر نے کہانیوں کے ذریعے بقائے باہمی کے خوبصورت نقشے پیش کیے۔

پریم چند (1880-1936)، جو دیہی زندگی اور معاشرتی مسائل کی عکاسی کے لیے جانے جاتے ہیں، کے افسانوں میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی اور دیہی زندگی میں مختلف مذاہب کے افراد کے درمیان باہمی رواداری کا پیغام نمایاں ہے۔ ان کے افسانے جیسے "عید گاہ "اور" پوس کی رات "میں ہندو اور مسلم کرداروں کو ایک دوسرے کے ساتھ جیتے، دکھ سکھ بانٹتے اور ایک مشترکہ معاشرتی تانے بانے کا حصہ بنتے دکھایا گیا ہے۔ "عید گاہ" میں حامد اور اس کی دادی کا رشتہ اور گاؤں کے مختلف بچوں کے ساتھ اس کا میل جول بقائے باہمی کا ایک سادہ لیکن مؤثر نمونہ پیش کرتا ہے، جہاں مذہبی تہوار مشترکہ خوشیوں کا ذریعہ بنتے ہیں۔(8)

راجندر سنگھ بیدی (1915-1984) کے افسانوں میں بھی انسانیت کے گہرے روابط اور مذہبی اختلافات سے بالاتر انسانی رشتوں کی عکاسی کی گئی ہے۔ ان کا مشہور ناولٹ" ایک چادر میلی سی (1962) "دیہی پنجاب کی زندگی، رشتوں کی پیچیدگیوں اور مشترکہ انسانیت کو اجاگر کرتا ہے، جہاں لوگ اپنی تمام تر خامیوں اور خوبیوں کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ جینے پر مجبور ہوتے ہیں۔ یہ ناول تقسیم کے باوجود رشتوں کی پختگی اور باہمی انحصار کو دکھاتا ہے۔(9)

قرۃ العین حیدر (1927-2007) کے ناولوں میں، خاص طور پر " آگ کا دریا (1959) "، برصغیر کی ہزاروں سال پرانی مشترکہ تہذیب اور مختلف ادوار میں مختلف مذاہب اور عقائد کے لوگوں کی بقائے باہمی کو ایک فلسفیانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول وقت کے بہاؤ میں انسانی رشتوں، عقیدوں اور شناخت کی تبدیلیوں کو دکھاتا ہے، لیکن بنیادی انسانیت کے تسلسل اور باہمی ربط کو برقرار رکھتا ہے۔ اس ناول میں گوتم نیلمبر، کمال، ہری شنکر جیسے کردار مختلف ادوار میں مختلف شناختوں کے ساتھ ظاہر ہوتے ہیں، مگر ان کے باہمی تعلقات انسانیت اور مشترکہ ثقافتی ورثے کی عکاسی کرتے ہیں۔ (10)

انسانی ہمدردی: دلوں کو جوڑنے والا رشتہ

اردو ادب انسانی ہمدردی، اخلاقی اقدار اور معاشرتی شعور کی بیداری کا ہمیشہ سے علمبردار رہا ہے۔ شعراء، ادیبوں اور افسانہ نگاروں نے اپنے فن پارے میں انسان کی دکھ بھری کہانیوں، اس کی جدوجہد، محبت، ایثار اور باہمی رشتوں کی نزاکتوں کو ایسے دلنشیں انداز میں بیان کیا ہے کہ قاری نہ صرف متاثر ہوتا ہے بلکہ اس کے دل میں انسانیت کے لیے ایک گہرا درد اور ہمدردی بھی پیدا ہوتی ہے۔ یہ فن پارے محض کہانیاں یا نظمیں نہیں، بلکہ یہ معاشرے کا آئینہ ہیں جو ہمیں اپنی حالت زار پر غور کرنے اور ایک دوسرے سے جڑنے کا پیغام دیتے ہیں۔ انسانی ہمدردی، دوسروں کے دکھ درد کو محسوس کرنا اور ان کی مدد کے لیے آگے بڑھنا، اردو ادب کا ایک لازمی جزو ہے۔ یہ جذبہ شعراء اور ادیبوں کے کلام میں مختلف شکلوں میں ظاہر ہوتا ہے، کبھی مظلوموں کے لیے آواز بن کر، تو کبھی محروموں کے درد کو بیان کر کے۔ اردو شاعری، بالخصوص غزل اور نظم، انسانی ہمدردی کے مختلف رنگوں کو نہایت خوبصورتی سے پیش کرتی ہے۔ یہ شعراء کا کمال ہے کہ وہ چند الفاظ میں انسانی کرب، محبت اور ایثار کی ایسی تصویر کھینچ دیتے ہیں جو صدیوں تک دلوں میں زندہ رہتی ہے۔

میر تقی میر (1723-1810) کی شاعری، جو اپنی دردمندی اور سوز کے لیے مشہور ہے، انسانی دکھ اور محرومی کو بڑی گہرائی سے پیش کرتی ہے۔ ان کے کلام میں ایک عالمگیر انسانی ہمدردی کا احساس پایا جاتا ہے۔

پتا پتا بوٹا بوٹا حال ہمارا جانے ہے ؎

جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے (11)

اگرچہ یہ شعر ذاتی دکھ کو بیان کرتا ہے، لیکن اس میں ایک وسیع تر انسانی جذباتی حالت کی عکاسی ہے، جس سے ہر شخص جڑ سکتا ہے اور دوسروں کے دکھ کو محسوس کر سکتا ہے۔ میر کا درد کائنات کا درد بن جاتا ہے، جو ہمدردی کو ایک آفاقی شکل دیتا ہے۔

علامہ محمد اقبال نے اپنی شاعری کے ذریعے مسلمانوں کو خود شناسی، خودداری اور باہمی اتحاد کا درس دیا۔ ان کا پیغام صرف ایک قوم کے لیے نہیں تھا، بلکہ یہ انسانیت کے لیے ایک عالمگیر پیغام تھا جس میں اخوت اور بھائی چارے پر زور دیا گیا تھا۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو ؎

ورنہ طاعت کے لیے کچھ کم نہ تھے کروبیاں (12)

یہ شعر انسانی ہمدردی اور خدمت خلق کی اہمیت کو واضح کرتا ہے۔ اقبال کے نزدیک انسان کی تخلیق کا مقصد ہی ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونا اور انسانیت کی بھلائی کے لیے کام کرنا ہے۔

فیض احمد فیض کی شاعری مظلوموں، قیدیوں اور محروم طبقوں کے لیے ایک آواز بن کر ابھری۔ ان کی نظمیں ظلم کے خلاف بغاوت، انصاف کی طلب اور ایک بہتر، روشن مستقبل کی امید کا پرچار کرتی ہیں۔ فیض کی شاعری میں ایک گہری انسانیت نوازی پائی جاتی ہے جو ہمیں ایک دوسرے کے دکھوں کو سمجھنے اور انہیں دور کرنے کی ترغیب دیتی ہے۔

مجھ سے پہلی سی محبت مری محبوب نہ مانگ ؎

میں نے سمجھا تھا کہ تو ہے تو درخشاں ہے حیات

تیرا غم ہے تو غم دہر کا جھگڑا کیا ہے (13)

یہ نظم شاعر کے ذاتی غم سے نکل کر عالمی غموں اور مظلوموں کے دکھوں کی طرف مڑ جاتی ہے، جو ان کی ہمہ گیر انسانی ہمدردی کی عکاس ہے۔

جدید شاعر حبیب جالب (1928-1993) اپنی انقلابی شاعری کے ذریعے مظلوموں اور محکوموں کے لیے آواز بنے۔ ان کی شاعری میں غریبوں، مزدوروں اور ناانصافی کے شکار افراد کے لیے گہری ہمدردی پائی جاتی ہے، جو حکمرانوں کے ظلم کے خلاف بغاوت کی شکل اختیار کر لیتی ہے:

ظلم رہے اور امن بھی ہو، کیا ممکن ہے

ظلم سے امن نکلے گا، تم بھی کیا پاگل ہو! (14)

جالب کی شاعری براہ راست انسانی ہمدردی کو سماجی انصاف سے جوڑتی ہے اور دکھاتی ہے کہ حقیقی ہمدردی تبھی ممکن ہے جب ظلم کا خاتمہ ہو۔

احمد فراز کی شاعری محبت اور انسانی رشتوں کی نزاکتوں کو بیان کرتی ہے، جس میں ایک گہری ہمدردی اور تعلق کا احساس پایا جاتا ہے۔ ان کے اشعار میں نہ صرف محبوب سے محبت کا اظہار ہوتا ہے بلکہ دو انسانوں کے درمیان موجود جذباتی تعلق کو بھی نمایاں کیا جاتا ہے۔

تم بھی خفا ہو لوگ بھی ہم سے خفا ہیں فرازؔ

ہو جائے اس شہر سے اب کوچ کہ ٹھہرا نہیں جاتا (15)

یہاں شاعر اپنی ذاتی کیفیت کو اس طرح بیان کرتا ہے کہ قاری بھی اس کے دکھ اور بے چارگی میں شریک ہو جاتا ہے۔

اردو نثر نے انسانی ہمدردی کو کہانیوں کی صورت میں ایسے پیش کیا ہے کہ قاری جذباتی طور پر ان کرداروں سے جڑ جاتا ہے۔

پریم چند کے افسانے جیسے "کفن (1936) "اور" گئودان (1936) "دیہی ہندوستان کے غریب اور مظلوم طبقے کی بے بسی اور دکھ کو اس طرح پیش کرتے ہیں کہ قاری کے دل میں گہری ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ "کفن" میں دکھایا گیا سماجی استحصال اور انسانی کمزوری اس بات کی نشان دہی کرتی ہے کہ نظام کس طرح لوگوں کو مجبور کرتا ہے اور اس کے نتیجے میں ہمدردی کا فقدان کیسے پیدا ہوتا ہے۔ تاہم، اس کے پس منظر میں ایک گہری ہمدردی کی پکار موجود ہے جو قاری کو غور و فکر پر مجبور کرتی ہے۔(16)

اشفاق احمد (1925-2004) کے افسانے اور ڈرامے، خاص طور پر ان کی مشہور ٹی وی سیریز "ایک محبت سو افسانے" اور "قیدِ تنہائی"، انسانی نفسیات کی گہرائیوں میں اترتے ہیں اور رشتوں کی نزاکت کو ہمدردی کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ وہ اپنے کرداروں کے اندر کی نیکی اور انسانیت کو اجاگر کرتے ہیں، چاہے وہ کتنی ہی مشکلات کا شکار ہوں۔ ان کی تحریروں میں ہمیشہ انسانیت کے لیے ایک مثبت اور ہمدردانہ پیغام ہوتا ہے، جو لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے ایثار اور قربانی کی ترغیب دیتا ہے۔ (17)

بانو قدسیہ (1928-2017) کے ناول اور ڈرامے، جیسے" راجہ گدھ (1981) "اور" آتشِ زیرِ پا"، انسانی نفسیات اور اخلاقی پیچیدگیوں کو پیش کرتے ہوئے بھی گہری انسانی ہمدردی کی بات کرتے ہیں۔ ان کے کردار اکثر روحانی اور اخلاقی کشمکش سے گزرتے ہیں، لیکن ان میں انسانیت کا جذبہ اور ایک دوسرے کے دکھ درد کو محسوس کرنے کی صلاحیت باقی رہتی ہے۔ وہ دکھاتی ہیں کہ کس طرح انسان اپنی کمزوریوں کے باوجود ایک دوسرے سے جڑتے ہیں اور ہمدردی کے ذریعے تسکین پاتے ہیں۔(18)

ممتاز مفتی (1905-1995) کی خود نوشت سوانحی تحریریں، جیسے " علی پور کا ایلی (1961) "اور" الکھ نگری " (1990)، انسانی رشتوں کی پیچیدگیوں اور ایک دوسرے کے لیے ہمدردی کے جذبوں کو بڑے منفرد انداز میں بیان کرتی ہیں۔ ان کی تحریروں میں انسانی نفسیات اور اس کی گہرائیوں کو اس طرح اجاگر کیا گیا ہے کہ قاری انسانی ہمدردی کے نئے پہلوؤں کو سمجھتا ہے اور انسانوں کے باہمی تعلقات کی اہمیت کو محسوس کرتا ہے۔ وہ مظلوموں اور کمزوروں کے لیے گہرا رحم دلی کا اظہار کرتے ہیں۔(19)

اردو ادب نے، خواہ وہ شاعری کی صورت میں ہو یا نثر کی، اپنی تمام تر وسعت اور گہرائی کے ساتھ ہمیشہ انسانیت کے ان اعلیٰ اوصاف — امن، بقائے باہمی اور انسانی ہمدردی — کو اپنی تخلیقات کا حصہ بنایا ہے۔ شعراء اور ادیبوں نے اپنے کلام اور قلم کے ذریعے نہ صرف ان اقدار کی اہمیت کو اجاگر کیا ہے بلکہ ایک ایسے معاشرے کے خواب کو بھی پروان چڑھایا ہے جہاں محبت، رواداری اور بھائی چارہ فروغ پائے۔ یہ ادب آج بھی ہمیں سکھاتا ہے کہ کس طرح اختلافات کو بھلا کر ایک پرامن اور ہمدرد دنیا کی بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔

اردو ادب کی یہ میراث محض ادبی خوبصورتی تک محدود نہیں بلکہ یہ ایک تہذیبی اور اخلاقی رہنما بھی ہے۔ یہ ہمیں باہمی محبت، رواداری اور انسان دوستی کا درس دیتی ہے، اور ایک بہتر دنیا کی تعمیر کے لیے رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ یہ فنکاروں کا وہ لازوال وژن ہے جو انسانیت کو اس کے اعلیٰ ترین اوصاف کے ساتھ پہچاننے اور ان کو فروغ دینے کی کوشش کرتا ہے۔ اس طرح اردو ادب نہ صرف ماضی کی عکاسی کرتا ہے بلکہ مستقبل کے لیے ایک امید افزا پیغام بھی دیتا ہے کہ ایک پرامن اور ہمدرد معاشرے کا قیام ممکن ہے۔

حوالہ جات

1. خواجہ میر درد، "دیوان درد"، طبع دوم، (لکھنؤ: نول کشور پریس، 1880ء)، ص 53

2. فیض احمد فیض، "نسخہ ہائے وفا"، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2004ء)، ص 249
3. ساحر لدھیانوی، "تلخیاں"، (دہلی: مکتبہ اردو ادب، 1968ء)، ص 87
4. سعادت حسن منٹو، "سعادت حسن منٹو کے بہترین افسانے"، (لاہور: فیروز سنز، 1996ء)
5. کرشن چندر، "غدار"، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1970ء)
6. امیر خسرو، "کلیات خسرو"، (لاہور: مجلس ترقی ادب، 1975ء)، ص 345
7. علامہ اقبال، "ضرب کلیم"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1976ء)، ص 163
8. پریم چند، "پریم چند کے بہترین افسانے"، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1980ء)
9. راجندر سنگھ بیدی، "ایک چادر میلی سی"، (نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1970ء)
10. قرۃ العین حیدر، "آگ کا دریا"، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2008ء)
11. میر تقی میر، "کلیات میر"، (کراچی: ادارہ تحقیقات اردو، 1984ء، جلد اول)، ص 112
12. علامہ اقبال، "کلیاتِ اقبال"، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1939ء)، ص 350
13. فیض احمد فیض، "کلیات: نسخہ ہائے وفا"، نظم "مجھ سے پہلی سی محبت"، (لاہور: مکتبہ کارواں، 1984ء)، ص 75-70
14. حبیب جالب، "کلیات جالب"، (لاہور: جمہوری پبلیکیشنز، 2008ء)، ص 180
15. احمد فراز، "اے عشق جنوں خیز"، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2000ء)، ص 45
16. پریم چند، "پریم چند کے بہترین افسانے"
17. اشفاق احمد، "زاویہ"، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2004ء، جلد اول)
18. بانو قدسیہ، "راجہ گدھ"، (لاہور: فیروز سنز، 1990ء)
19. ممتاز مفتی، "علی پور کا ایلی"، (لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2000ء)

References:

1. Khawaja Mir Dard, Diwan-e-Dard, 2nd edition, (Lucknow: Nawal Kishwar Press, 1880), p. 53.
2. Faiz Ahmad Faiz, Nuskha-haye Wafa, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2004), p. 249.
3. Sahir Ludhianvi, Talkhiyan, (Delhi: Maktaba Urdu Adab, 1968), p. 87.
4. Saadat Hasan Manto, Saadat Hasan Manto ke Behtareen Afsanay, (Lahore: Feroz Sons, 1996).
5. Krishan Chander, Gaddar, (New Delhi: Maktaba Jamia, 1970).
6. Amir Khusro, Kulliyat-e-Khusro, (Lahore: Majlis-e-Taraqqi-e-Adab, 1975), p. 345.
7. Allama Iqbal, Zarb-e-Kaleem, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1976), p. 163.
8. Prem Chand, Prem Chand ke Behtareen Afsanay, (New Delhi: Maktaba Jamia, 1980).
9. Rajinder Singh Bedi, Ek Chadar Meeli Si, (New Delhi: Maktaba Jamia, 1970).
10. Qurrat-ul-Ain Haider, Aag Ka Darya, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2008).
11. Mir Taqi Mir, Kulliyat-e-Mir, (Karachi: Idara-e-Tahqiqat-e-Urdu, 1984, Vol. 1), p. 112.
12. Allama Iqbal, Kulliyat-e-Iqbal, (Lahore: Sheikh Ghulam Ali & Sons, 1939), p. 350.
13. Faiz Ahmad Faiz, Kulliyat: Nuskha-haye Wafa, poem "Mujh Se Pehli Si Mohabbat", (Lahore: Maktaba Karwan, 1984), pp. 70–75.
14. Habib Jalib, Kulliyat-e-Jalib, (Lahore: Jumhuri Publications, 2008), p. 180.
15. Ahmed Faraz, Ae Ishq Junoon Khaiz, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2000), p. 45
16. Prem Chand, Prem Chand ke Behtareen Afsanay.
17. Ashfaq Ahmed, Zavia, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2004, Vol. 1).
18. Bano Qudsia, Raja Gidh, (Lahore: Feroz Sons, 1990).
19. Mumtaz Mufti, Alipur Ka Aili, (Lahore: Sang-e-Meel Publications, 2000).

کتابیات:

1. خواجہ میر درد، دیوان درد، طبع دوم، لکھنؤ: نول کشور پریس، 1880ء
2. فیض احمد فیض، نسخہ ہائے وفا، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2004ء
3. ساحر لدھیانوی، تلخیاں، دہلی: مکتبہ اردو ادب، 1968ء
4. سعادت حسن منٹو، سعادت حسن منٹو کے بہترین افسانے، لاہور: فیروز سنز، 1996ء

5. کرشن چندر، غدار، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1970ء
6. امیر خسرو، کلیات خسرو، لاہور: مجلس ترقی ادب، 1975ء
7. علامہ اقبال، ضرب کلیم، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1976ء
8. پریم چند، پریم چند کے بہترین افسانے، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1980ء
9. راجندر سنگھ بیدی، ایک چادر میلی سی، نئی دہلی: مکتبہ جامعہ، 1970ء
10. قرۃ العین حیدر، آگ کا دریا، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2008ء
11. میر تقی میر، کلیات میر، کراچی: ادارہ تحقیقات اردو، 1984ء، جلد اول
12. علامہ اقبال، کلیاتِ اقبال، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، 1939ء
13. فیض احمد فیض، کلیات: نسخہ ہائے وفا، نظم "مجھ سے پہلی سی محبت"، لاہور: مکتبہ کارواں، 1984ء
14. حبیب جالب، کلیات جالب، لاہور: جمہوری پبلیکیشنز، 2008ء
15. احمد فراز، اے عشق جنوں خیز، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2000ء
16. پریم چند، پریم چند کے بہترین افسانے
17. اشفاق احمد، زاویہ، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2004ء، جلد اول
18. بانو قدسیہ، راجہ گدھ، لاہور: فیروز سنز، 1990ء
19. ممتاز مفتی، علی پور کا ایلی، لاہور: سنگ میل پبلیکیشنز، 2000ء